شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت

PROGRESS REVIEW OF THE CAPITAL LISTED ON THE EXCHANGE

Group Of Companies	1994		1995		1996		1997	
	No. of Co's	Paid-up Capital	No. of Co's	Paid-up Capital	No. of Co's	Paid-up Capital	No. of Co's	Paid-up Capital
Mutual Funds	33	1,626,940	37	3,141,050	39	4,201,056	39	4,761,050
Modarabas	51	6,031,917	52	6,705,303	52	8,412,706	52	8,418,420
Leasing Companies	25	2,844,051	28	3,782,670	30	4,099,563	32	4,427,514
Investment Banks	34	9,901,156	37	12,563,791	39	13,822,407	39	14,197,225
Insurance	32	974,420	35	1,380,484	36	2,030,281	36	2,118,638
Textile Spinning	155	11,342,986	158	12,035,836	153	11,858,525	152	12,041,726
Textile Weaving	27	2,545,725	28	2,946,119	28	2,643,754	27	2,415,123
Textile Composite	43	5,006,470	47	6,039,975	51	6,641,544	53	7,304,669
Woollen Textile	9	218,471	9	218,472	9	218,472	8	215,560
Synthetic & Rayon	25	7,419,112	25	9,545,929	27	9,857,736	27	9,857,739
Jute	8	414,344	8	414,344	8	414,344	8	414,344
Sugar & Allied	38	4,221,323	38	4,497,525	38	4,601,594	38	4,909,338
Cement	15	4,250,759	18	13,794,206	20	17,210,704	21	18,961,741
Tobacco	7	541,012	7	541,012	7	541,011	6	561,670
Fuel & Energy	18	17,267,473	22	23,144,169	28	28,658,583	27	29,756,909
Engineering	17	987,402	17	1,022,795	16	1,079,579	16	1,125,768
Auto & Allied Engineering	25	3,261,191	25	3,444,994	25	3,611,309	25	3,659,340
Cables & Electrical Goods	16	745,037	16	794,457	16	794,456	16	894,775
Transport & Communication	6	11,502,536	7	11,632,016	7	56,837,375	7	56,837,404
Chemical & Pharmaceutical	38	5,141,574	40	7,704,457	41	17,611,618	41	18,361,568
Paper & Board	15	906,960	15	1,030,215	15	1,148,425	15	1,225,928
Vanaspati & Allied Industries	19	411,303	19	411,303	19	395,730	19	407,288
Construction	4	116,423	4	116,423	4	113,425	4	113,425
Leather & Tanneries	8	365,978	8	369,481	8	371,838	8	371,846
Food & Allied	22	1,516,619	23	1,868,267	22	1,921,244	21	1,949,692
Glass & Ceramics	11	774,787	11	779,625	11	852,962	11	867,690
Miscellaneous	25	1,104,889	29	2,589,853	30	2,639,658	30	2,701,215
GRAND TOTAL	724	104,137,242	764	134,427,036	782	202,627,858	781	208,837,438

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت

آجکل کاروباری دنیا میں شیئرز کے کاروبار کا چل چلاؤ زیادہ ہے۔ بہت سے لوگ جو اپنے سرمایہ سے کوئی مستقل کاروبار ذاتی طور پر نہیں کرسکتے، یا کاروبار کیلئے وقت نہیں نکال پاتے، یا بیٹھے بٹھائے بغیر محنت کئے مالدار بننے کے خواہاں ہوتے ہیں وہ اپنی جمع پونجی شیئرز کے کاروبار میں لگاتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت بیان کرینگے، چنانچہ پہلے شیئرز کا تعارف پیش خدمت ہے۔

شیئرز کی تعریف

شیئرز انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا اُردو میں متبادل حصص اور عربی میں اسھم ہے اس سے مراد کسی بڑے کاروباری ادارہ، فیکٹری، مل، ایئرلائن، بینک وغیرہ کے مالیاتی اجزاء یا حصے ہیں جنہیں خرید کر کوئی شخص کاروبار میں کم پیسے کیساتھ شریک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس دس ہزار روپے ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ اس سرمایہ سے کوئی مستقل کاروبار کرنا ممکن نہیں یا ممکن تو ہے مگر سرمایہ ڈوب جانے، ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے، چنانچہ وہ کسی ایسے شخص یا دوست کی تلاش میں نکلتا ہے جو دیانتدار ہو، کاروباری ہو اور اس کا کاروبار منافع بخش ہو، وہ اپنے دس ہزار روپے اس کے حوالہ کرنا چاہتا ہے تاکہ اس سرمایہ کو وہ کاروبار میں لگا کر سال بسال اس کا منافع اسے دے دیا کرے اور اصل زر (جو سرمایہ اس نے اسے دیا ہے) کو وہ ضائع نہ ہونے دے۔ نہ ہی اس میں کمی واقع ہونے پائے۔ کاروباری دنیا میں ایسے شریک یا سرمایہ دار کا ملنا خاصا دشوار ہے۔ اور کچھ عدم اعتماد کی کیفیت بھی کسی دوست کو آزمانے اور سرمایہ اس کے حوالہ کرنے پر آمادہ نہیں ہونے دیتی۔ چنانچہ وہ شخص اپنا سرمایہ کسی بڑے کاروباری ادارہ کے سپرد کرنے کی سوچتا ہے جہاں اس کا سرمایہ محفوظ رہے اور معقول منافع بھی مل سکے۔ عموماً سرکاری ملازم ریٹائرمنٹ کے وقت ایسی صورتحال سے دوچار ہوتے ہیں جب انہیں یکمشت ایک معقول رقم ان کے ادارے کی جانب سے ملتی ہے اور وہ اس کے ضائع ہونے کے خوف سے اسے وقتی طور پر بینک میں جمع کرادیتے ہیں اور کسی کاروباری ادارہ یا شخص کی جستجو میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ عام طور پر ایسے لوگ شیئرز خریدتے ہیں جن کے پاس وافر سرمایہ ہوتا ہے اور وہ اسے کاروبار میں لگا کر اس پر منافع حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

شیئرز کسی کاروباری یا صنعتی ادارہ کی کل ملکیت کے اجزاء کا نام ہے، فرض کیجئے ایک شخص ایک لاکھ روپے کی مالیت سے ایک فیکٹری لگانا چاہتا ہے تو اس فیکٹری کی کل مالیت ایک لاکھ روپے ہوئی اب اس مالیت کے اجزاء (ایک روپیہ فی جزء کے حساب سے) ایک لاکھ ہوئے۔ فیکٹری کا مالک چاہتا ہے کہ اس کو ایسے سرمایہ کار مل جائیں جو اس فیکٹری کے کچھ اجزاء خرید لیں تاکہ اسے کچھ سرمایہ دوسروں سے مل جائے اور کچھ سرمایہ وہ اپنا لگا کر کاروبار کامیابی سے چلاسکے۔ چنانچہ وہ اعلان کرتا ہے کہ میں اپنی فیکٹری کے مالیاتی اجزاء (شیئرز) فروخت کرنا چاہتا ہوں مگر ایک جزء کم از کم دس روپے کا ہوگا گویا اس نے ایک لاکھ روپے کے ایک لاکھ اجزاء بنانے کی بجائے دس ہزار اجزاء بنا دیئے۔ (دس ہزار x دس = ایک لاکھ) اس طرح کم سرمایہ والے لوگوں کو سرمایہ کاری کا ایک موقع ملا اور انہوں نے اس فیکٹری میں اپنا سرمایہ لگانے کیلئے اس کے مالیاتی اجزاء یا حصص یا شیئرز خریدنے کیلئے مالک سے رابطہ کیا اور پانچ افراد نے ہزار ہزار شیئرز (دس دس روپے والے) خرید لئے تو اس طرح انہوں نے فیکٹری مالک کو پچاس ہزار روپے فراہم کر دیئے۔ اس طرح اب اس فیکٹری میں چھ افراد کا سرمایہ لگ گیا ایک تو اصل مالک جس کے پاس ہزار ہیں اور باقی پانچ وہ جنہوں نے ایک ایک ہزار شیئرز خریدا ہے، ان پانچ افراد کو بھی فیکٹری کے مالیاتی اجزاء خریدنے یا حصص / شیئرز لینے کی وجہ سے فیکٹری کا سرمایہ کار یا حصہ دار تصور کیا جائے گا۔ یوں اس فیکٹری میں چھ حصہ دار یا مالک ہوئے، ایک اس کا حصہ جو اصل مالک تھا پچاس ہزار اور باقیوں کا ایک ایک ہزار شیئرز کی وجہ سے (دس روپے فی شیئر کے حساب سے) دس دس ہزار روپیہ ہوا۔

جن لوگوں نے کارخانہ دار یا فیکٹری کے مالک کو پچاس ہزار روپے کی یہ رقم فراہم کی ہے ظاہر ہے انہیں اس کی کوئی رسید چاہئے چنانچہ فیکٹری مالک ہر ایک کو ایک رسید جاری کرتا ہے جس پر تحریر ہوتا ہے کہ اس فیکٹری کے حصص / شیئرز میں سے اس شخص مسٹر فلاں نے ایک ہزار شیئرز خریدے ہیں جن کی مجموعی مالیت دس روپے فی حصہ کے اعتبار سے دس ہزار روپے بنتی ہے۔ چونکہ حصص خریدنے والوں کی رقم کم زیادہ بھی ہو سکتی ہے یعنی کوئی ایک ہزار کے حصص خریدے کوئی پانچ سو روپے کے تو آسانی کیلئے فیکٹری کا مالک ایسی رسیدیں تیار کرا لیتا ہے جن کی مالیت متعین ہوتی ہے مثلاً سو سو روپے والی ان رسیدوں کو وہ رسید کی بجائے سو روپے کا شیئر سرٹیفکیٹ کہہ دیتا ہے اور سرمائے کے حساب سے خریدار یا شریک کو وہ اتنی رسیدیں دے دیتا ہے جتنا اس کا سرمایہ ہو۔ مثلاً جس نے ایک ہزار شیئرز خریدے ہیں یعنی دس ہزار روپیہ ادا کیا ہے۔ اسے وہ سو سو روپے والی سو رسیدیں دے دے گا۔ (10,000 = 100 X 100) تو اس کو دس ہزار کی اکٹھی ایک رسید ملنے کی بجائے سو سو روپے کی سو رسیدیں مل گئیں۔ ان رسیدوں کو کاروباری دنیا میں شیئرز کہا جاتا ہے تو گویا اس شخص کو دس ہزار روپے کا حصہ دار ہونے کے ثبوت کے طور پر سو شیئر سرٹیفکیٹ مل گئے۔ اور وہ اس فیکٹری کے ہزار شیئرز کا مالک ہو گیا۔

یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ شیئر ہولڈر کو جو شیئر سرٹیفکیٹ ملتے ہیں وہ اس کی اس رقم کا بدل نہیں جو اس نے فیکٹری میں لگائی ہے بلکہ وہ تو رسیدیں ہیں جبکہ اس کا بدل فی الحال کچھ بھی نہیں کہ اس کا سرمایہ ابھی تو اصل حالت میں فیکٹری لگانے والے کے پاس رکھا ہے۔ ایسے سرمائے کو جس کا بدل نہ ہو سیّال یا (Liquid) سرمایہ کہا جاتا ہے۔ جب اس سرمایہ سے فیکٹری لگانے والا کچھ مشینری یا مال وغیرہ خریدے گا تو یہ سرمایہ پھر منجمد سرمایہ یا (Fixed Asset) کہلائیگا۔ یہ وضاحت یہاں اس لئے کردی گئی کہ آگے چل کر ہم سیال اور منجمد سرمایہ کے حوالہ سے شیئرز کی خرید و فروخت اور ان پر زکوۃ کے احکام بیان کریں گے۔

شیئرز کی خرید و فروخت کے طریقے

کسی مالیاتی ادارہ میں حصہ دار بننے، یا سرمایہ لگانے یا اس کے شیئرز خریدنے کے مختلف طریقے ہیں۔

۱۔ براہِ راست خریداری۔

۲۔ کسی حصہ دار سے خریداری۔

۳۔ مارکیٹ سے خریداری۔

1 براہِ راست خریداری تو یہ ہے کہ جب کبھی کوئی مالیاتی ادارہ اخبارات میں اعلان کرے کہ وہ اپنے حصص فروخت کرنا چاہتا ہے اور یہ فروخت براہِ راست وہ ادارہ خود کرنا چاہتا ہو تو اس ادارہ کے دفتر یا متعلقہ افراد سے براہ راست حصص مل جاتے ہیں۔ چھوٹے کارخانوں یا کاروباری معاملات میں اخبار میں اشتہار بھی نہیں چھپتا بلکہ براہ راست واقفیت کی بناء پر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کاروباری سراکت کرلیتے ہیں ان میں اسٹامپ پیپر پر سرمایہ کی رسید دی جاتی ہے اور شیئر سرٹیفکیٹ نہیں ہوتے۔

بڑے مالیاتی ادارہ یا کاروباری و صنعتی اداروں کے حصص اخبارات میں اعلان کے ذریعہ فروخت کئے جاتے ہیں اور براہِ راست وہ ادارہ خود اپنے حصص فروخت کرتا ہے یا کسی بینک کے ذریعہ یہ کام کراتا ہے۔ اس صورت میں لوگ متعلقہ بینک سے فارم حاصل کرتے ہیں اور پُر کرکے رقم کے ساتھ وہیں جمع کراکر شیئر سرٹیفکیٹ حاصل کرلیتے ہیں۔

2 دوسرا طریقہ کسی حصہ دار سے شیئر خریدنے کا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ فرض کیجئے مسٹر احمد نے المدینہ شوگر مل میں اپنا سرمایہ پچاس ہزار روپے لگایا ہوا ہے اور اسے اچانک تیس ہزار روپے کی ضرورت پڑتی ہے جو اسے اور کہیں سے نہیں ملتے تو وہ شوگر مل میں لگائے ہوئے اپنے سرمایہ سے تیس ہزار روپے واپس لینا چاہتا ہے مگر مل سے یہ رقم اسے اس لئے نہیں مل سکتی کہ وہ رقم مل میں جمع تو ہے نہیں بلکہ چینی بنانے کے کاروبار میں لگی ہوئی ہے، چنانچہ مسٹر احمد کسی ایسے دوست کو تلاش کرتا ہے جو اس کو تیس ہزار روپے دے کر اس سے تیس ہزار روپے کے وہ شیئر سرٹیفکیٹ لے لے جو مل میں لگائے گئے سرمایہ کی وجہ سے مل والوں نے اسے دے رکھے ہیں اس طرح اب مسٹر احمد کی جگہ یہ شیئر خریدنے والا مل میں تیس ہزار روپے کے حصہ کا

مالک ہو جائے گا۔ مسٹر احمد کو ایک دوست مسٹر اسد مل گئے اور مسٹر اسد نے تیس ہزار روپے دے کر احمد سے شیئرز سرٹیفکیٹ لے لئے تو یہ خریداری حصہ دار یا شیئر ہولڈر سے عمل میں آئی۔ اب مسٹر احمد قانونی طریقہ سے تیس ہزار کے شیئرز مسٹر اسد کے نام منتقل کرادیں گے تو مسٹر اسد المدینہ شوگر مل کے تیس ہزار روپے کے شیئرز ہولڈر یا حصہ دار ٹھہریں گے۔

3 تیسرا طریقہ مارکیٹ سے خریداری کا ہے۔ مارکیٹ سے مراد وہ مارکیٹ ہے جہاں حصص کا کاروبار ہوتا ہے اور مختلف ادارے اپنے حصص فروخت کیلئے پیش کرتے ہیں جبکہ مختلف خریدار وہاں ان اداروں کے حصص خریدتے ہیں۔ یہ سرمایہ کاری کا جدید انداز ہے کہ مارکیٹ میں حصص کی خرید و فروخت کے ذریعہ سرمایہ کاری کی جائے۔

اس مارکیٹ میں جہاں حصص کا کاروبار ہوتا ہے، اسٹاک مارکیٹ یا اسٹاک ایکس چینج کہا جاتا ہے۔ اس مارکیٹ میں حصص کی خرید و فروخت عموماً کسی ایجنٹ کے ذریعہ ہوتی ہے جسے بروکر کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہاں بھی خرید و فروخت براہِ راست ہو سکتی ہے لیکن چونکہ نہ حصص فروخت کرنے والوں کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ خود یہاں آکر حصص کی پیش کش کریں اور نہ خریداروں کے پاس اتنا وقت اس لئے مالیاتی ادارے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ حصص پیش کرتے ہیں اور خریدار اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ خریدتے ہیں۔

آج کل کی بڑھتی ہوئی کاروباری بددیانتی اور دھوکہ دہی کی وجہ سے ایک عام آدمی اسٹاک مارکیٹ سے بآسانی صحیح خریداری نہیں کر سکتا اس کیلئے تجربہ اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ بسا اوقات تجربہ کار بروکر بھی مارکیٹ کی صورتحال سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی بناء پر مار کھا جاتے ہیں اور کروڑوں روپے برباد کر بیٹھتے ہیں۔

حصص کی اقسام

مالیاتی کاروباری / صنعتی یا دیگر اداروں کے حصص کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ابتدائی سطح کے حصص۔

۲۔ دورانی حصص۔

۱ ابتدائی حصص سے مراد کسی کاروباری، صنعتی یا مالیاتی ادارے کے وہ حصص ہیں جو کسی نئے ادارے، کارخانے یا کاروبار کے آغاز کے وقت پیش کئے جاتے ہیں جس کی مثال ہم اوپر شیئرز کی تعریف میں بیان کر آئے ہیں۔

۲ دورانی حصص سے مراد وہ حصص ہیں جو کسی چلتے ہوئے کاروبار، کارخانہ یا مالیاتی ادارہ کے ہوتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک کاغذ بنانے والا کارخانہ عرصہ پچاس برس سے کام کر رہا ہے اور اس کے مالک اب کوئی نیا کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نئے کام کیلئے سرمایہ حاصل کرنے کیلئے وہ یہ چاہتے ہیں کہ چلتے ہوئے کاروبار میں اوروں کو شریک کر لیا جائے کہ اس کارخانہ کی ساکھ اور اس کے گزشتہ برسوں میں منافع کی شرح کی وجہ سے لوگ بخوشی اس میں اپنا سرمایہ لگانے کو تیار ہو جائیں گے اس طرح اس میں ان مالکان کا لگا ہوا سرمایہ بھی نکل آئے گا اور نئے سرمایہ کار اس کے کچھ حصہ کے مالک / شریک یا حصہ دار بھی بن جائیں گے۔ چنانچہ وہ حساب لگاتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ کاروبار شروع کیا تھا تو (فرض کیجئے) اس وقت اس کارخانہ اور کاروبار کی مالیت ایک لاکھ روپے تھی اور گزشتہ پچاس برس میں اس نے اتنی ترقی کی ہے کہ اب اس کا کاروبار پچاس لاکھ روپے کی مالیت کا ہے۔ چنانچہ وہ پچاس لاکھ روپے کو حصص میں تقسیم کرتے ہیں تو نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ایک لاکھ روپے کا اصل سرمایہ اب پچاس لاکھ روپے ہو جانے کے سبب اس کا اس وقت دس روپے کا ایک شیئر اب پانچ گنا قیمت کا ہو چکا ہے یعنی ۵۰ روپے کا۔ چنانچہ وہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اپنے حصص فروخت کر رہے ہیں بحساب ۵۰ روپے فی حصہ۔ اس طرح سرمایہ کار یا حصص کا خریدار ۵۰ روپے فی شیئر کے حساب سے اس کارخانے کے شیئر خرید کر اس کے کل کاروبار میں شریک ہو جاتا ہے۔

چونکہ یہ حصص کارخانہ والوں نے ایسے موقع پر فروخت (Float) کئے ہیں جب کاروبار چل رہا ہے (اور خیر سے بہتر پوزیشن میں ہے) تو ہر شخص اعتماد کے ساتھ حصص خرید لیتا ہے اس طرح کے حصص کو ہم دورانی حصص کہہ سکتے ہیں۔ یہ وضاحت بھی اس لئے کی گئی ہے کہ ابتدائی شیئرز اور دورانی شیئرز کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت الگ الگ ہے جو آگے چل کر بیان کی جائے گی۔

شیئرز کی خرید و فروخت میں نیت کا دخل

شیئرز کی خریداری میں نیت کے دخل سے ان کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت بھی تبدیل ہو جاتی ہے چنانچہ ہم اسے درج ذیل اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ واقعۃً کاروبار میں شراکت کیلئے خریداری (Partnership)

۲۔ محض منافع بخش سرمایہ کاری کیلئے خریداری (Investment)

۳۔ شیئرز کی تجارت بغرضِ نفع (Capital Gain)

1 پہلی صورت میں شیئر خریدنے والے کا اصل مقصد کسی اچھے کاروباری ادارہ یا صنعتی یونٹ میں شریک ہونا ہوتا ہے اور اس ادارہ یا کمپنی میں ایک شراکت دار کے طور پر شریک ہو کر اس ادارہ یا صنعتی یونٹ کی بھلائی، بہتری اور ترقی کیلئے کام کر کے بہتر تجارت کرنے کی نیت ہوتی ہے۔ گویا شیئر ہولڈر اس کاروبار میں شراکت دار بننا چاہتا ہے یوں اس کی اس نیت کی بناء پر اس پر شراکت کے شرعی احکام لاگو ہوں گے۔ اور ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ کون سی شراکت کر رہا ہے مضاربت والی یا دیگر۔

2 دوسری صورت میں شیئر ہولڈر کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اس کا فالتو سرمایہ کسی نفع بخش کاروبار میں Invest ہو جائے اور اسے منافع ملتا رہے۔ اسے اس سے غرض نہیں ہوتی کہ کاروبار کی ترقی کیلئے کن اقدامات کی ضرورت ہے یا کس طرح اس ادارہ کی مزید فلاح و بہبود ممکن ہے، اسے صرف اپنے سرمایہ پر منافع (Dividend) سے غرض ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ کمپنی یا ادارہ کا منافع منقسمہ گزشتہ برسوں کے مقابلہ میں کم رہا یا کسی اور کمپنی یا ادارہ کا بہت زیادہ رہا ہے تو وہ اپنا سرمایہ اس سے نکال کر (شیئرز فروخت کر کے) کسی دوسری کمپنی میں لگا لیتا ہے۔

3 تیسری صورت میں شیئر ہولڈر کی نیت نہ شراکت کی ہوتی ہے نہ سالانہ منافع کی بناء پر سرمایہ کاری کی، بلکہ وہ صرف مال بڑھانے اور مال بنانے کی غرض سے اپنے سرمایہ کا الٹ پھیر کرتا ہے اور اس غرض سے وہ اسٹاک مارکیٹ پر نظر رکھتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس نے جو شیئر خرید رکھے ہیں ان کی قیمت مارکیٹ میں کچھ زیادہ ہو گئی ہے تو وہ فوراً اپنے شیئرز معمولی نفع پر بھی فروخت کر دیتا ہے اور اگر وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ کسی کمپنی کے شیئرز کی قدر (Value) گرنا شروع ہو گئی ہے اور گر کر بہت معمولی رہ گئی ہے تو وہ اس کمپنی کے شیئرز محض اس لئے خرید لیتا ہے تاکہ جب اس کے شیئرز کی قیمت بڑھے گی تو وہ فروخت کر کے نفع کمائے گا۔ وہ اپنے خریدے ہوئے شیئرز کی بازاری قدر (Market Value) کو بغور جانچتا رہتا ہے اور جہاں کہیں اسے ذرا سی کمی بیشی محسوس ہوتی ہے وہیں وہ خرید و فروخت کا فوری فیصلہ کرتا اور اسے عملی جامہ پہناتا ہے اس طرح کے شیئر ہولڈر کی نیت کسی بھی طرح اپنے سرمایہ کو بڑھانے کی ہوتی ہے چنانچہ اس کی اس نیت اور اس طرح کے عمل کو الگ سے شریعت کی روشنی میں جانچنے کی ضرورت ہے۔

شیئرز کی جائز یا ناجائز خرید و فروخت

شیئرز کی خریداری کے جائز یا ناجائز ہونے کے مسئلہ کا جائزہ لینے کیلئے ہم اسے تین صورتوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) اصل کے اعتبار سے (۲) خرید و فروخت کے اعتبار سے (۳) سرمایہ کے اعتبار سے۔

شیئرز کے کاروبار کی حرمت اصل کے اعتبار سے

شیئرز کی خرید و فروخت کے جائز یا ناجائز ہونے کا دارو مدار اس کاروباری ادارہ، انڈسٹری، یا کمپنی کے کاروبار پر ہے۔ اگر وہ کمپنی، انڈسٹری یا ادارہ کوئی ایسا کاروبار کرنے کیلئے قائم ہوا یا ہو رہا ہے جو شرعاً ممنوع ہے (جیسے شراب کا کارخانہ، یا خنزیر کے گوشت پوست سے بنائی جانے والی مصنوعات کی فیکٹری) تو اس میں سرمایہ کاری کرنا گویا اس ممنوع کاروبار میں شریک ہونا یا اسے سرمایہ فراہم کرکے پروان چڑھانا وغیرہ ہے۔ جو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منشاء اور حکم کے خلاف ہے، لہٰذا ایسے کسی ادارے کے شیئرز خریدنا از خود حرام قرار پائے گا۔

اسی طرح کسی ایسے ادارے کے شیئرز خریدنا جو سودی کاروبار کرتا ہو، جیسے بینک، لیزنگ کمپنیاں، انشورنس کمپنیاں وغیرہ۔ تو ان کے شیئرز خریدنا بھی اصل کے اعتبار سے حرام ہے۔ ان اداروں اور کمپنیوں کے شیئرز خریدنا بھی جائز نہیں جو خود تو سودی نہ ہوں مگر سودی کاروبار کیلئے سرمایہ مہیا کرتی ہوں جیسے بعض Investment کمپنیاں۔ کیونکہ سود کا لین دین اور سودی کاروبار کیلئے سرمایہ کی فراہمی سب حرام ہیں۔

بد قسمتی سے جب بھی کوئی نیا بینک قائم ہوتا ہے اور اس کے شیئرز فروخت کیلئے پیش (Float) ہوتے ہیں تو لوگ بڑی گرمجوشی سے یہ شیئرز خریدتے ہیں کہ ان میں نفع ہی نفع انہیں نظر آتا ہے نقصان کا اندیشہ محسوس نہیں ہوتا مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ نفع جو دراصل سودی کاروبار میں سرمایہ کاری کی مدد و معاونت سے ملے گا حرام ہے اور قرآن نے اسے "مَتَاعٌ قَلِيلٌ" کہا ہے۔ یعنی معمولی فائدہ، اور پھر اس کے انجام سے "ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ" (پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہے) کہہ کر خبردار کیا تاکہ لوگ انجام و عافیت کی بربادی کے خوف سے اس عارضی اور معمولی فائدہ کے پیچھے بھاگنے سے رُک جائیں۔ مگر لوگوں کے طرزِ عمل سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ عاقبت و آخرت کی فکر محسوس کرانے والے الفاظ صرف تلاوت کیلئے رہ گئے ہیں عمل کیلئے نہیں۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت عطا فرمائے!)

شیئرز کے کاروبار کی حرمت خرید و فروخت کے اعتبار سے

ضروری نہیں کہ تمام کاروباری ادارے حرام کاروبار کر رہے ہوں اور سود سے ان کا کاروبار خالی نہ ہو، جیسے کارخانے، دکانیں، ہوٹل اور دیگر ادارے۔ ایسے کاروباری اداروں کے شیئرز خریدنے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ابتدائی شیئرز کی خریداری (۲) اصل دورانی شیئرز کی خریداری۔

۱۔ ابتدائی شیئرز کی خریداری

ابتدائی شیئرز کی وضاحت ہم پہلے کر چکے ہیں، مختصراً یہ کہ ایسی کمپنیوں یا اداروں کے شیئرز جو ان کے قیام کے وقت فروخت کئے جائیں۔

اگر کوئی کمپنی اپنے قیام کے وقت اپنے شیئرز مارکیٹ میں لاتی ہے اور اس کمپنی کا کاروبار اصل کے اعتبار سے حرام نہیں اور نہ وہ کسی حرام کاروبار کی معاونت و مدد کیلئے قائم ہو رہی ہے تو اس کے ابتدائی شیئرز خریدنا گویا اس کے اصل زر میں حصہ دار بنتا ہے جو کہ شرعاً جائز ہے بشرطیکہ یہ شیئرز اصل قیمت پر ہی خریدے اور فروخت کئے جائیں۔ مثلاً سعد الرحمٰن نے پچاس لاکھ روپے کے سرمایہ سے ایک کمپنی قائم کی اور کمپنی کے شیئرز آغاز میں مارکیٹ میں فروخت کیلئے پیش کئے اور ایک شیئر کی قیمت دس روپے رکھی۔ تو اسے دس روپے ہی میں خریدنا اور بیچنا جائز ہے لیکن اگر کوئی اسے بارہ روپے میں خریدے تو یہ ناجائز ہے۔ کیوں؟

اس لئے کہ کمپنی نے ابھی کوئی کاروبار نہیں کیا، نہ مال خریدا، نہ مشینری خریدی، تو اس کے پچاس لاکھ روپے کے کل شیئر (بحساب دس روپے فی شیئر) پچاس ہزار ہونگے۔ اب اگر ایک شخص ایک ہزار شیئر خریدتا ہے تو ان کی مالیت دس ہزار روپے ہوئی۔ گویا ایک ہزار شیئر خرید کر وہ کمپنی کے کل سرمایہ میں سے دس ہزار کا مالک ہو گیا۔ لیکن اگر وہ یہ شیئر بارہ روپے میں خریدے تو اسے شیئر تو ایک ہزار ملیں گے جبکہ رقم وہ بارہ ہزار جمع کرائے گا۔ دس ہزار کے بدلے تو وہ کمپنی کے دس ہزار روپے (سرمایہ) کا مالک ہو گیا، دو ہزار میں اسے کیا ملا؟

اس دو ہزار کے مقابل چونکہ کوئی چیز اسے نہیں مل رہی اس لئے یہ خرید و فروخت ناجائز ہے، کیونکہ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک شخص دس ہزار روپے کے ہزار ہزار والے دس نوٹ بارہ ہزار میں خریدے، کیا کوئی ایسا کر سکتا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں چاہے گا کہ وہ بارہ ہزار دے کر ہزار ہزار والے صرف دس نوٹ لے لے۔ اور اگر کوئی ایسا بالفرض محال کر بھی لے تو شرعی اعتبار سے اس کا یہ عمل باوجود اس کی رضا و رغبت کے جائز نہیں کہ اس میں یکطرفہ نقصان (One Party Loss) بھی موجود ہے اور دوسری طرف سود بھی کہ ہزار ہزار کے دس نوٹ دینے والا دس ہزار کی مالیت کے نوٹ بارہ ہزار میں فروخت کر رہا ہے جو کہ شرعی اعتبار سے جائز نہیں۔ اسی طرح ایسے شیئرز جو ابتدائی ہوں نقصان پر بھی خریدے بیچے نہیں جا سکتے۔

۲۔ دورانی شیئرز کی خریداری

دورانی شیئرز سے مراد جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں ایسے شیئرز ہیں جو کمپنی کے قیام اور اس کے کاروبار شروع ہو جانے کے بعد کسی بھی وقت بازار میں فروخت کیلئے پیش ہوں یا خریدے جائیں۔ ان شیئرز کی خریداری (بشرطیکہ کمپنی ناجائز و حرام کاروبار نہ کر رہی ہو اور نہ اس میں حرام کا سرمایہ شامل ہو) درمیانی مدت میں بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

کمپنی کا سرمایہ کاروبار میں لگ چکا ہو اگرچہ اس کا کچھ حصہ ابھی کیش کی صورت میں موجود ہو۔ یعنی کمپنی نے اپنے سرمایہ سے مشینری یا مال خرید لیا ہو تو اس کے شیئرز کی بیشی کے ساتھ بھی خریدنا جائز ہیں مثلاً کمپنی کا ایک شیئر دس روپے کا ہے اور شیئرز سے حاصل شدہ رقم کمپنی کے پاس ایک لاکھ روپے ہے۔ کمپنی نے اس ایک لاکھ روپے کو کاروبار میں اس طرح لگایا ہے کہ کچھ رقم سے مشینری خریدی ہے، کچھ سے عمارت حاصل کی یا بنائی ہے، کچھ سے مال خریدا یا تیار کیا ہے کچھ کمپنی کے اکاؤنٹ میں نقد موجود ہے اور کچھ اس نے جو مال لوگوں کو بنا کر دیا ہے اس کی وصولی کرنی ہے تو شیئر خریدنے والا شخص ان مذکورہ بالا تمام معاملات میں شریک ہے اگرچہ اس کی رقم کا بہت معمولی سا حصہ ان میں سے ہر معاملہ میں شامل ہو۔ مزید وضاحت کیلئے ہم اسے یوں لکھ سکتے ہیں۔

کاروباری ادارہ یا کمپنی کا کل سرمایہ	100000/-	روپے
عمارت کی خریداری پر خرچ کئے	40000/-	روپے
مشینری کی خریداری پر خرچ کئے	20000/-	روپے
مال تیار کرنے پر لگائے	20000/-	روپے
مال خریداروں کو دیا (جس کی رقم ابھی نہیں ملی)	10000/-	روپے۔ منافع شامل نہیں
کمپنی کے پاس نقد رقم اکاؤنٹ میں موجود ہے	10000/-	روپے
کل	100000/-	روپے

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کمپنی یا اس مالی ادارہ کا سرمایہ پانچ حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے، چنانچہ اس سرمایہ میں موجود ہر شیئر ہولڈر کے سرمایہ کو بھی ان پانچ حصوں میں تقسیم شدہ ماننا ہو گا، جس کا مطلب ہے کہ اگر احمد نے اس ادارہ یا کمپنی کے شیئرز خرید رہے ہیں تو اس کا ہر شیئر اسی شرح سے پانچ حصوں میں تقسیم ہے جسے ہم واضح کرنے کیلئے اس طرح ظاہر کر سکتے ہیں۔

احمد کے ایک شیئر کی قیمت	10	روپے
عمارت کی خریداری میں حصہ	4	روپے
مشینری کی خریداری میں حصہ	2	روپے
مال کی تیاری میں حصہ	2	روپے
خریداروں کو دیئے گئے مال میں حصہ	1	روپے
کمپنی کے اکاؤنٹ میں حصہ	1	روپے
کل	10	روپے

اب اگر احمد اپنا شیئر پندرہ روپے میں فروخت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہو گا کیونکہ وہ منافع کے ساتھ اشیاء کی فروخت کر سکتا ہے۔ اس شیئر کے معاملہ میں منافع کے قابل (Profitable) اشیاء کو درج ذیل جدول سے سمجھا سکتا ہے۔

عمارت کی خریداری میں احمد کے شیئر میں سے حصہ تھا	4	روپے
مشینری کی خریداری میں احمد کے شیئر میں سے حصہ تھا	2	روپے
مال کی تیاری میں احمد کے شیئر میں سے حصہ تھا	2	روپے
خریداروں سے ملنے والی رقم میں احمد کے شیئر میں سے حصہ تھا	1	روپے
کمپنی کے اکاؤنٹ میں رکھے نقد سرمایہ میں احمد کے شیئر میں سے حصہ تھا	1	روپے
کل	10	روپے

احمد نے نقد سرمایہ والا ایک روپیہ فروخت کیا	1	روپے
خریداروں سے ملنے والا ایک روپیہ فروخت کیا	1	روپے
عمارت، مشینری اور مال اس نے منافع پر فروخت کیا	13	روپے
کل	15	روپے

اس طرح احمد نے وہ اثاثے جن کو منافع کے ساتھ فروخت کیا جا سکتا ہے انہی پر منافع لیا ہے، نہ نقد والے ایک روپے پر اور نہ خریداروں کے ذمہ واجب الادا ایک روپیہ قرض پر۔ اس لئے یہ شیئر منافع کے ساتھ اس طرح فروخت کرنا جائز ہے۔ ہاں اگر وہ نقد سرمایہ کو یا قرض والے سرمایہ کو منافع پر فروخت کرتا تو چونکہ سرمایہ پر منافع لینا جائز نہیں (جبکہ مال پر منافع لینا جائز ہے) تو اس کا یہ سودا ناجائز ہوتا۔

شیئرز کی قیمت کس طرح بڑھتی ہے؟

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض کمپنیاں آغاز کے وقت اپنا شیئر دس روپے کا فروخت کرتی ہیں مگر کچھ عرصہ میں ان کے شیئر کی قیمت ۵۰ روپے سے بھی زائد تک جا پہنچتی ہے، اس سے یہ سوال ذہنوں میں پیدا ہوسکتا ہے کہ دس روپے کا شیئر چالیس روپے یا اس سے بھی زیادہ منافع پر فروخت کرنا کس طرح جائز ہے جبکہ تجارت میں منافع ایک جائز حد تک ہی لیا جاسکتا ہے۔ یہ بات سمجھنے کیلئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

شہباز برادرز نے گھی کا ایک کارخانہ لگایا جس کی ابتدائی مالیت ایک لاکھ روپے تھی اور اس کا شیئر دس روپے کا تھا۔ کچھ عرصہ میں کارخانہ نے ترقی کی اور اس کا سرمایہ بڑھ کر تین لاکھ روپے ہوگیا، چنانچہ اب اس کے ایک شیئر کی قیمت تین گنا یعنی تیس روپے ہوگئی۔ اب اگر شہباز برادرز کا کوئی شیئر ہولڈر اپنا شیئر بازار میں فروخت کرنا چاہے تو اسے کارخانہ کی بیلنس شیٹ سے یہ چیک کرنا ہوگا کہ مختلف اثاثوں کی قیمتیں کہاں تک پہنچ گئی ہیں۔ فرض کیجئے اثاثوں کی قیمتیں اس طرح ہیں۔

عمارت کی کل قیمت	40000	روپے	ایک شیئر میں عمارت کی قیمت کے مقابل رقم	4	روپے
مشینری کی کل قیمت	20000	روپے	ایک شیئر میں مشینری کی قیمت کے مقابل رقم	2	روپے
مال کی تیاری پر کل قیمت	20000	روپے	ایک شیئر میں مال کا حصہ	2	روپے
خریداروں کے ذمہ کل قرضہ	100000	روپے	ایک شیئر میں خریداروں کے ذمہ قرضہ	10	روپے
نقد اکاؤنٹ میں کل	120000	روپے	ایک شیئر میں نقد حصہ	12	روپے
کل	300000	روپے	کل	30	روپے

چنانچہ ہر شیئر ہولڈر کے شیئر کی موجودہ قیمت تیس روپے ہے جس میں نقد حصہ ۱۲ روپے سے زائد میں اور قرض والا حصہ ۱۰ روپے سے زائد میں فروخت نہیں جاسکتا ہاں البتہ بقیہ ۸ روپے پر منافع لیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اگر شیئر ہولڈر منافع لے کر تیس کی بجائے پینتیس میں فروخت کرے تو جائز ہے لیکن اگر وہ اپنے شیئرز ۲۳ روپے سے کم میں فروخت کرنا چاہے تو یہ جائز نہیں کیوں؟

اس لئے کہ کمپنی کے نقد سرمایہ میں اس کے ہر شیئر کے مقابل ۱۲ روپے ہیں۔ کمپنی کے لوگوں کے ذمہ واجب الادا قرضوں میں اس کے شیئر کے مقابل ۱۰ روپے ہیں، اور کمپنی کے منجمد اثاثوں میں اس کے ہر شیئر کے مقابل کم از کم ۸ روپے ہیں۔ اگر وہ منجمد اثاثوں میں اپنے ہر شیئر کے مقابل ۸ روپے کا حصہ ایک روپے میں فروخت کرے تو نقصان پر اسے ایک روپے میں فروخت کر سکتا ہے مگر کیش / نقد ۱۰ روپوں کو ۹ روپے میں یا واجب الادا قرضوں کے مقابل ۱۲ روپوں کو ۱۱ روپے میں فروخت نہیں کر سکتا کہ شرعاً ایسی فروخت جائز نہیں جس میں کوئی کسی کو نقد ۱۲ روپے دیکر ۱۱ وصول کرے یا دس روپے نقد کے بدلے ۹ وصول کرے۔

چنانچہ شیئر ہولڈر مندرجہ بالا صورت کے مطابق اپنا شیئر ۲۳ روپے سے کم میں فروخت نہیں کر سکتا اس سے زائد میں فروخت کر سکتا ہے۔

ہر شیئر منافع میں بیچنا جائز نہیں

اب تک کی گفتگو اور بحث سے قارئین یہ بات تو سمجھ چکے ہوں گے کہ شیئر دراصل اس حصہ کا نام ہے جو سرمایہ کی شکل میں کسی کمپنی یا مالی ادارہ میں شیئر ہولڈر لگاتا ہے، شیئر سرٹیفکیٹ کا نام شیئر نہیں اور نہ شیئرز خرید و فروخت کے قابل کوئی چیز ہیں بلکہ یہ تو اداشدہ سرمایہ کی رسیدیں ہیں۔ اب ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہر شیئر ہولڈر اپنے شیئرز کی خرید و فروخت کر سکتا ہے مگر ہر شیئر پر منافع لے کر اسے بیچنا بسا اوقات جائز نہیں ہوتا اس لئے شیئر کا کاروبار کرنے والے شخص کو یہ بات اچھی طرح سوچ لینی چاہئے کہ وہ جن شیئرز کا کاروبار کر رہا ہے ان پر اس کیلئے منافع لینا جائز بھی ہے یا نہیں۔ اب ہم مثال کے طور پر ایک ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس میں منافع پر شیئر بیچنا جائز نہیں۔

مثال: شیخ زائد بن سلطان نے ایک نیا بینک قائم کرنے کا اعلان کیا اور اس کے شیئرز مارکیٹ میں پیش (Float) کئے۔ ایک شیئر کی قیمت ان کی طرف سے دس روپے رکھی گئی۔ مگر شیخ زائد کی مالی ساکھ اور قائم ہونے والے بینک کے بارے میں پہلے سے ہی اس خیال نے کہ یہ بینک بڑا منافع بخش ہوگا۔ مارکیٹ میں ان شیئرز کی مانگ اور قدر (Value) میں اضافہ کر دیا اور ایک ایک شیئر لوگوں نے سو سو روپے میں خریدا۔ حالانکہ ابھی بینک نہ وجود میں آیا، نہ اس کے اثاثے خریدے گئے اور نہ ہی کوئی کاروبار اس بینک کا ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے دس روپے کا شیئر سو روپے میں خریدا انہیں اس دس روپے کے بدلے تو بینک میں دس روپے کا حصہ ملے گا۔ جبکہ باقی ۹۰ روپے کے عوض انہیں کیا ملے گا؟ کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ایسی کسی خرید و فروخت کو جس میں ایک طرف تو سرمایہ ہو اور دوسری جانب سے سرمایہ کے مقابل کچھ بھی ہاتھ نہ آئے اسلام نے باطل قرار دیا ہے۔

لہٰذا شیئرز کا کاروبار کرنے والوں کو اس قسم کی خرید و فروخت سے جو منافع حاصل ہو گا وہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور حرام ہونے کی دلیل وہی آیت ہے "وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" (البقرہ:۲۷۵) اور ربوا یا سود جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے وہ یہی ہے کہ روپے کو زائد قیمت پر فروخت کرنا روپے کی زائد قیمت لینا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے۔

"حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دِینار کو دو دِیناروں کے بدلے میں اور ایک دِرہم کو دو دِرہموں کے بدلے میں مت فروخت کرو۔" (صحیح مسلم، باب الربا، حدیث:۳۹۴۶)

مذکورہ بالا مثال میں دس روپے کے شیئرز کو سو روپے میں فروخت کیا گیا جبکہ شرعی اعتبار سے ایک روپیہ کی قیمت ایک روپیہ ہی ہے اسے ۹ روپے زائد پر فروخت نہیں کیا جا سکتا، اب جب دس روپے کا شیئر سو روپے میں فروخت ہوا اور شیئرز ابھی تک نقد (Liquid) شکل میں ہیں ان سے کوئی اثاثے نہیں خریدے گئے تو گویا ایک روپیہ دس روپے میں فروخت ہوا اور یہی سود اور حرام ہے کہ کوئی نقد رقم کو کمی بیشی میں بیچے یا خریدے۔ ہاں اگر ان روپوں سے مال خرید لیا جاتا اور مال کو کمی بیشی (نفع نقصان) پر بیچا جاتا تو جائز تھا۔ کیونکہ مال کی خرید و فروخت نفع نقصان پر تجارت (بیع) کہلاتی ہے جبکہ ایک ہی کرنسی کی خرید و فروخت نفع نقصان پر تجارت نہیں سود ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے "وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ اللہ نے تجارت حلال کی ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

ایک اعتراض

یہاں ایک اعتراض اکثر لوگ کیا کرتے ہیں کہ یہ کیا بات ہوئی کہ مال کو نفع نقصان پر بیچنا تو جائز ہے مگر کرنسی کو کیوں ناجائز ہے؟
اس کے جواب کیلئے ہم جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب کی تفسیر ضیاء القرآن سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں اُمید ہے کہ اس سے تسلی بخش جواب مل جائے گا۔ جسٹس صاحب لکھتے ہیں:۔

سود کے جواز کیلئے جو دلیل آج پیش کی جاتی ہے بعینہٖ یہی استدلال چودہ صدیاں پیشتر غیر متمدن عرب کے سود خور پیش کیا کرتے تھے۔ یعنی جب دوسری اجناس کے لین دین میں نفع حاصل کرنا درست ہے تو روپیہ جو ایک جنس ہی ہے اس کے لین دین میں اگر نفع لیا جائے تو اسے حرام کیوں قرار دیا جائے۔ اس کا جواب قرآنِ حکیم نے یہ دیا کہ دونوں میں بڑا فرق ہے بیع کو اللہ تعالیٰ نے اس کے فوائد کی وجہ سے حلال کر دیا ہے اور سود کو اس کے نقصانات کی وجہ سے حرام کیا ہے۔ اس لئے ان دو چیزوں کو یکساں کیسے تصور کیا جاسکتا ہے۔ سود کی حرمت کے متعلق بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن جو فاضلانہ بحث حجۃ الاسلام الامام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے اس کا جواب نہیں۔ بحث کی اہمیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ غزالی کے کلام کا پورا ترجمہ نقل کیا جائے لیکن مقام کی تنگ دامانی اس کی متحمل نہیں۔ اس لئے نہایت اختصار سے اس بحث کا ماحصل ہدیہ قارئین ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

فرض کرو تمہارے پاس زعفران ہے اور ایک دوسرے شخص کے پاس اونٹ ہے۔ تم اونٹ لینا چاہتے ہو لیکن اونٹ والے کو زعفران کی ضرورت نہیں۔ اب تم اونٹ کیونکر حاصل کر سکتے ہو۔ یا تمہارے پاس کپڑے ہیں اور دوسرے شخص کے پاس کھانا ہے۔ تمہیں بھوک لگی ہے تمہیں کھانا چاہئے لیکن کھانے والے کو کپڑوں کی ضرورت نہیں۔ اب تم کھانا کیونکر خریدو گے۔ اس لئے قدرت نے ایک ایسی جنس (سونا چاندی) کی تخلیق فرمادی جس کے ذریعہ ہر شخص اپنی ضرورت کی چیز خرید سکے۔ اگر آپ ذرا سا تامل فرمائیں تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ سونے چاندی کی تخلیق اس حکیم و دانا رب نے اسی مقصد کیلئے فرمائی ہے اور ان کا اور کوئی فائدہ نہیں۔ ایک تو یہ کمیاب ہیں دوسرا ان میں وہ صلابت اور سختی نہیں جو لوہے اور تانبہ وغیرہ میں ہے تاکہ ان کی جگہ استعمال ہو سکیں۔ اب اگر روپیہ پر سود لینے کی اجازت دی جائے تو روپیہ پھر صرف تبادلۂ اشیاء کا ذریعہ نہیں رہے گا بلکہ اس کی اپنی ذات کاسب اور نفع خیز بن جائے گی اور لوگ دوسرے سامانِ تجارت کی طرح اس کی ذخیرہ اندوزی شروع کر دیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بازار میں سے یہ غائب ہوتا چلا جائے گا اور جب روپیہ بازار سے غائب ہونا شروع ہوگیا تو صنعتی ترقی رُک جائے گی تجارتی سرگرمی ختم ہو جائے گی اور دوسری اشیاء کی قیمتوں میں وہ اتار چڑھاؤ شروع ہوگا جس سے سارا اقتصادی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ شریعت اسلامیہ نے ان مفاسد کے سدباب کیلئے سود کو حرام کر دیا۔ (اختصار کلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

افلاطون نے بھی اپنی کتاب "السیاستہ" میں یہی لکھا ہے کہ روپیہ کڑک مرغی ہے جو انڈے نہیں دیتی۔

سود کی حرمت کی حقیقی وجہ سمجھ لینے کے بعد اب ہمیں یہ بھی سمجھنا ہے کہ تجارت اور سود میں کیا فرق ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ فرمایا ہے۔ یہ بالکل واضح فرق ہے کہ تجارت میں انسان روپیہ لگاتا ہے۔ پھر محنت کرتا ہے۔ اپنی ساری ذہنی قابلیتیں صرف کرتا ہے اور وقت خرچ کرتا ہے۔ اس کے باوجود نفع یقینی نہیں۔ اسے نفع بھی ہو سکتا ہے اور نقصان بھی لیکن سود خور جو صرف اپنا فالتو روپیہ دیتا ہے۔ نہ وقت، نہ محنت، نہ کاوش! وہ یقینی نفع کا خواستگار کیوں ہو۔ اسلام نے سرمایہ دار کیلئے دو ہی راستے تجویز کئے ہیں یا تو اپنے بھائی کو اپنا زائد از ضرورت روپیہ بطور قرضِ حسنہ دے ورنہ کاروبار میں شریک ہو جائے اور نفع و نقصان میں حصہ دار بنے۔ اس کیلئے تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن، جلد ا صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵)

مندرجہ بالا مثال اور تفسیر کے اقتباس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ہر شیئر کو منافع پر یا نقصان پر فروخت کرنا جائز نہیں۔ اس لئے شیئرز کے کاروبار میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ شیئرز خریدتے اور بیچتے وقت اس بات کا اطمینان کر لیا جائے کہ جس کمپنی کے شیئرز کی خرید و فروخت مطلوب ہے اس کے منجمد اثاثے (Fixed Asset) بھی ہیں یا نہیں، کیونکہ کاروبار تو آدمی اثاثوں میں یا مال میں یا عمارت میں یا مشینری میں کرے گا اور اگر یہ چیزیں سرے سے نہیں ہیں صرف پیسہ ہی پیسہ ہے تو ایسی صورت میں شیئرز اصل قیمت (Face Value) پر تو خریدے یا بیچے جاسکتے ہیں اس سے کم یا زیادہ پر نہیں کہ سامان پر منافع لینا جائز ہے پیسے پر منافع لینا جائز نہیں بلکہ سود ہے۔

شیئرز کا مالک بننے سے پہلے ان کی فروخت

شیئرز کے کاروبار میں ایک اہم مسئلہ شیئرز کی ملکیت کا ہے۔ اسٹاک مارکیٹ میں شیئرز کے سودوں میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ شیئرز کی خریداری ہو جانے کے ساتھ ہی منتقلی یا ٹرانسفر کا عمل مکمل نہیں ہوتا بلکہ اس میں عام طور پر ہفتہ دس دن لگ جاتے ہیں۔ ایسے شیئرز جن کی ملکیت ابھی خریدار کے نام منتقل نہ ہوئی ہو کیا ان کا آگے کسی دوسرے کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بات کا جائزہ لینے کیلئے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ملکیت کی منتقلی کیسے ہوتی ہے، اس کی کئی صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ ہم نے ایک چیز خریدی اور اس کی قیمت ادا کر کے وہ چیز فوراً ہی بیچنے والے سے لے لی جیسے فرض کریں فرنیچر، برتن، کتابیں یا دیگر سامان، جو ہم اکثر خریدتے رہتے ہیں، اس کی قیمت کی ادائیگی اور اس سامان پر قبضہ سے خریدار کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ چیز ہم خرید لیتے ہیں قیمت بھی ادا کر دیتے ہیں مگر قبضہ فوراً نہیں ملتا جیسے کسی کنسٹرکشن کمپنی کے ذریعہ یا بلڈرز کے ذریعہ مکان یا فلیٹ بک کرانا۔ ایسی صورت میں اگرچہ قبضہ فوراً نہیں ملتا تاہم ملکیت کے کاغذات (Allotment Orders) وغیرہ مل جاتے ہیں اور قبضہ بعد میں مل جاتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ مکان یا گاڑی جب ہم خریدتے ہیں تو قیمت کی ادائیگی کے ساتھ ہی مکان کا قبضہ ہمیں حاصل ہو جاتا ہے۔ گاڑی بھی ہم گھر لے آتے ہیں اور عملاً ہم ان کے مالک ہوتے ہیں۔ مگر قانونی ملکیت ابھی ہمیں حاصل نہیں ہوئی ہوتی کیونکہ اس کیلئے ہمیں بعض رسمی کاروائیاں مکمل کرنی ہوتی ہیں اور کسی مخصوص دفتر یا ادارہ کے توسط سے مکان یا گاڑی کے اپنے نام منتقل کرانے سے قبل ہی اسے آگے کسی اور کو فروخت کر دیں تو اس میں شرعی لحاظ سے کوئی قباحت نہیں۔

اسی طرح شیئرز کا معاملہ ہے کہ شیئرز کی خریداری میں رقم ادا کرنے کے باوجود فوری طور پر ہمیں کوئی چیز ایسی نہیں ملتی جو ہمارے سرمایہ کے مقابل ہمارے قبضہ میں آ رہی ہو۔ منتقلی کے کاغذات بھی ہفتہ عشرہ بعد ملتے ہیں۔ فوری طور پر اگر کسی کو رقم ادا کر کے شیئرز سرٹیفکیٹ مل بھی جائیں تو وہ یا تو کسی اور کے نام ہوں گے یا اس کے نام جس سے خریدے ہیں یا ممکن ہے اس سے پہلے والے خریدار کے نام۔ کیونکہ شیئرز کے کاروبار میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شیئرز ابھی کسی کے نام منتقل نہیں ہوتے کہ دسیوں جگہ بک بھی جاتے ہیں۔ ایسی صورت یعنی ملکیت کی باقاعدہ منتقلی (Transfer) کے بغیر ان کا کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دینا قابلِ غور ہے

کیونکہ شیئرز سرٹیفکیٹ بذاتِ خود شیئرز نہیں بلکہ جیسا ہم پہلے واضح کرچکے ہیں کہ یہ محض ان شیئرز کی رسیدیں ہیں جن کی خرید و فروخت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اصل شیئر یا حصہ جو کمپنی میں ہے اس پر ہم قبضہ نہیں کرسکتے کہ یہ عملاً ناممکن ہے۔ مثلاً کسی شخص نے ایئرلائن میں سرمایہ لگایا۔ ایئر لائن کے شیئر خریدے تو اگر یہ خریدار ایئرلائن کے دفتر جاکر مطالبہ کرے کہ اس کی رقم کے لحاظ سے ایئرلائن کا سامان اس کے قبضہ میں دیا جائے تو ایسا ناممکن ہے۔ چنانچہ یہ قبضہ حسی طور پر (Physical Possession) نہیں ہوسکتا۔ ہاں حکمی (Constructive) ہوسکتا ہے۔ اور شرعی اعتبار سے اگر کوئی چیز حسی طور پر قبضہ میں نہ آئے لیکن حکمی طور پر قبضہ میں اس طرح آجائے کہ اس کی ذمہ داریاں (Liabilities) خریدار کے رسک (ضمان) پر ہوں تو اس صورت میں اسے آگے فروخت کرنے کا حق اسی کو حاصل ہوجاتا ہے۔

اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیئرز کی منتقلی یا ان کی ملکیت حاصل ہونے سے پہلے بھی ان کا بیچنا جائز ہے۔ مگر زیادہ بہتر اور محتاط طریقہ یہی ہے کہ شیئرز ٹرانسفر ہوجائیں ملکیت کا معاملہ واضح طور پر طے ہوجائے جبھی انہیں فروخت کیا جائے تاکہ کسی فریق کو اس میں کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

پروویژنل لسٹڈ کمپنیوں کے شیئرز کا کاروبار

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کمپنی ابھی تک باقاعدہ قائم نہیں ہوئی ہوتی بلکہ محض ایک پلان یا اسکیم کمپنی کے قیام کی زیر غور ہوتی ہے عملاً ابھی اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا مگر کمپنی قائم کرنے کے خواہش مند اسے اسٹاک مارکیٹ میں پیش (Float) کردیتے ہیں اور اس کے شیئرز دھڑا دھڑ بکنے لگتے ہیں۔ ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت کا معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے اوپر "ہر شیئر منافع میں بیچنا جائز نہیں" کے عنوان کے تحت ایک بینک کی مثال دیکر بیان کیا۔ پروویژنل لسٹڈ کمپنیوں کے شیئرز منجمد اثاثوں کی غیر موجودگی کے باعث محض نقدی کے حصے ہیں اور نقدی کے حصوں کو نفع نقصان کی بناء پر فروخت کرنا جائز نہیں اس کی تفصیلات بھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

شیئرز میں بدلے کا تصور

شیئرز کا کاروبار کرنے والوں کی دنیا ہی الگ ہے۔ کبھی اسٹاک مارکیٹ جانا ہو تو دیکھئے کہ ان کے رموز و اشارات کوئی عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ ان کی اصطلاحات بھی عجیب و غریب ہیں اور کاروبار کے عنوانات بھی مختلف۔ انہی میں سے ایک عنوان "بدلہ کا سودا ہے" اس میں معاملہ کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے شیئرز کسی دوسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دیتا ہے کہ جس قیمت پر وہ دے رہا ہے اس سے زائد قیمت پر وہ شیئرز چند دِنوں بعد (جن کی میعاد متعین ہوتی ہے) لے لے گا اور یہ شرط عائد کرتا ہے کہ خریدار یہ شیئرز کسی اور کو فروخت نہیں کرے گا۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے عموماً اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بیچنے والا دراصل اپنے شیئرز فروخت نہیں کرنا چاہتا مگر اسے رقم کی اشد ضرورت بھی ہے چنانچہ وہ اسطرح اپنے شیئرز کسی دوسرے کے پاس اس شرط کے ساتھ رکھوا کر رقم حاصل کر لیتا ہے۔ اسے درج ذیل مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

وقار کے پاس مختلف کمپنیوں کے شیئرز ہیں، اسے اچانک دس لاکھ روپے کی ضرورت پڑی مگر وہ اپنے شیئرز فروخت نہیں کرنا چاہتا کہ اس کے شیئرز کی قدر (Value) بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دوست نثار سے کہتا ہے کہ آپ مجھے دس لاکھ روپے ان شیئرز کے عوض دے دیں مگر آپ ان شیئرز کے حقیقی مالک نہیں ہوں گے نہ آگے کسی اور کو فروخت کرینگے، بلکہ میں دس روز کے اندر اندر یہ شیئرز آپ سے دس لاکھ پچاس ہزار روپے میں خرید لوں گا۔ اس طرح نثار، وقار کو دس لاکھ روپے دے دیتا ہے اور اس سے شیئرز سرٹیفکیٹ لے کر رکھ لیتا ہے۔ وقار مدتِ مقررہ کے اندر اندر دس لاکھ پچاس ہزار روپے نثار کو ادا کر کے اس سے اپنے شیئرز سرٹیفکیٹ واپس لے لیتا ہے۔

شرعی اعتبار سے یہ خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ اس میں دراصل خرید و فروخت کی نیت ہی نہیں بلکہ ضمانت کے طور پر اپنے شیئرز سرٹیفکیٹ دوسرے کے پاس رکھوا کر اور زائد رقم کا لالچ دے کر اس سے وقتی ضرورت پوری کرنے کیلئے فوری طور پر نقد رقم حاصل کرنا مقصود ہے۔ اسطرح مال کی خریداری یا حصص کی منتقلی عمل میں نہیں آتی بلکہ محض ایک بناوٹی شکل سودے کی بنتی ہے۔ اس طرح کے معاملہ میں چونکہ ایک ایسی شرط رکھی جاتی ہے (کہ شیئرز کسی دوسرے کو نہیں بیچے جائیں گے) جو اسلامی اصولِ تجارت کے خلاف ہے اس لئے (بدلے کا) یہ کاروبار جائز نہیں۔ بلکہ اس میں سود کی ایک شکل پائی جاتی ہے کہ دس لاکھ روپے مالیت کے شیئرز سرٹیفکیٹ ضمانت کے طور پر گروی رکھ کر اُدھار رقم دس لاکھ روپے پر پچاس ہزار روپے کا سود (اس مدت کے بدلہ کے طور پر) ادا کیا جو کہ دینے والے کیلئے دینا ناجائز اور لینے والے کیلئے لینا حرام ہے۔

سود پر قرض لے کر کام کرنے والی کمپنیاں

بعض کمپنیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا اصل سرمایہ سودی نہیں ہوتا اور نہ ان کا کاروبار حرام نوعیت کا ہوتا ہے مگر وہ اپنے سرمائے کو بڑھاتے رہنے کی خاطر بینک سے سودی قرضے لیتی ہیں اور بینکوں میں اپنے جمع شدہ سرمائے پر سود بھی وصول کرتی ہیں۔ گویا ان کے سود سے پاک کاروبار میں ایک دوسرے راستہ سے سود شامل ہو جاتا ہے، ان کے شیئرز خریدنے کا مطلب اس سارے سرمائے اور کاروبار میں حصہ دار بننا ہے جس میں سود شامل ہے اگرچہ اس کا تناسب بہت کم ہے لیکن حرام کم ہو یا زیادہ حرام ہی رہتا ہے۔ بلکہ تھوڑا سا حرام بہت سے حلال میں شامل ہو کر اسے بھی حرام بنا دیتا ہے جیسے دس کلو چاول کی دیگ میں پاؤ بھر خنزیر کا گوشت اس پوری دیگ کو نجس کرنے کیلئے کافی ہے، اسی طرح کروڑوں روپے کے کاروبار میں چند ہزار روپے سود کے مل جائیں تو کاروبار اسی دیگ کی مانند ہو جائے گا۔ لہٰذا ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا بھی ناجائز ہیں۔ مجھے مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی محمد شفیع صاحب کی اتباع میں جناب جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب کی یہ رائے پڑھ کر بہت تعجب ہوا آپ بھی پڑھئے لکھتے ہیں:۔

"اگر کسی کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن وہ اپنے سرمائے کو بڑھانے کیلئے بینک سے سود پر قرض لیتی ہے یا اپنا فاضل (Surplus) سرمایہ سودی اکاؤنٹ میں رکھواتی ہے اور اس پر بینک سے سود حاصل کرتی ہے اور وہ سود بھی اس کی آمدن کا ایک حصہ ہوتا ہے تو دو شرطوں کے ساتھ اس کے شیئر خریدنا جائز ہیں، ایک تو یہ کہ وہ شیئر ہولڈر اس کمپنی کے اندر سودی کاروبار کے خلاف آواز ضرور اُٹھائے۔ اگرچہ اس کی آواز مسترد ہو جائے، اور میرے نزدیک آواز اُٹھانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کی جو سالانہ میٹنگ ہوتی ہے، اس میں یہ آواز اٹھائے کہ ہم سودی لین کو درست نہیں سمجھے، سودی لین دین پر راضی نہیں ہیں اس لئے اس کو بند کیا جائے۔ اب ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں یہ آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز ہو گی اور یقیناً مسترد ہو گی۔ لیکن جب وہ یہ آواز اٹھائے تو حضرت تھانوی کے قول کے مطابق ایسی صورت میں وہ انسان اپنی ذمہ داری پوری ادا کر دیتا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دس کلو کی دیگ میں پاؤ بھر چربی خنزیر کی یا اس کا گوشت ڈال دیا گیا ہو تو صاحب تقویٰ علماء کو دیگ کے پاس کھڑے ہو کر یہ صدائے احتجاج بلند کرنی چاہئے کہ آئندہ دیگوں میں خنزیر کا گوشت یا چربی نہ ملائی جائے۔ اور اس دیگ میں سے جو خنزیر کے گوشت یا چربی کی ملاوٹ سے تیار ہوئی ہے چاول کھا لینے چاہئیں۔ اسی طرح آئندہ بھی جب کبھی ایسا ہو صدائے احتجاج بلند کر کے چاول کھا لینے چاہئیں۔ اس سے وہ دیگ حلال ہو جائے گی جس میں سے صدائے احتجاج بلند کر کے کھا لیا جائے گا اور آئندہ بھی تمام ایسی دیگیں صدائے احتجاج کے سہارے حلال ہوتی رہیں گی، یہ خوب استدلال ہے کہ پکانے اور کھلانے والے بھی ناراض نہ ہوں اور خدا بھی راضی رہے۔

نہایت افسوس ہے کہ دین میں یُسر (آسانی) پیدا کرنے کی نبوی ہدایت کو کس طرح غلط استعمال (Mis Use) کیا جا رہا ہے۔ اور سرمایہ داروں کو خوش کرنے کیلئے حرام خوری کے کیسے نت نئے انداز سمجھائے جا رہے ہیں۔ کہیں زکوٰۃ ہضم کرنے کیلئے تملیک کا سہارا لیا جا رہا ہے تو کہیں جی پی فنڈ پر سود لینے کیلئے تفویض کو بنیاد بنایا جا رہا ہے۔

شیئرز پر زکوٰۃ کی ادائیگی

اگر کسی شخص نے شیئرز میں رقم لگا رکھی ہو اور اس سرمایہ کاری کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہو تو سال گزرنے پر اس کے ذمہ ان شیئرز میں لگائی گئی رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا لازمی ہے۔ البتہ شیئرز کی پوری رقم پر زکوٰۃ نہیں اتنے حصہ پر ہے جتنا حصہ منجمد اثاثوں (Fixed Assets) کی شکل میں نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص نے ایک لاکھ روپے کے شیئر خریدے ہیں تو ان شیئرز کے بارے میں کمپنی کی بیلنس شیٹ اور کمپنی حسابات کے ذریعہ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ کمپنی کے کل سرمایہ کا کتنا حصہ مشینری، عمارت و دیگر لوازمات میں لگا ہوا ہے اور کتنا سرمایہ نقد، ادھار، اور خام مال یا تیار مال کی صورت میں موجود ہے۔ فرض کیجئے کل سرمائے کا پچاس فیصد مشینری، عمارت و دیگر لوازمات میں لگا ہوا ہے اور پچاس فیصد، نقد، ادھار، خام مال اور تیار مال میں لگا ہوا ہے تو شیئرز کی پچاس فیصد رقم پر زکوٰۃ ہوگی یعنی اس شیئر ہولڈر کو پچاس ہزار روپے کے شیئرز پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

یہ بات یاد رہے کہ شیئر ہولڈر کو ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی کے موقع پر یہ جاننا ضروری ہے کہ کمپنی کے کاروبار میں کل سرمائے کا کتنے فیصد منجمد اثاثوں میں موجود ہے اور کتنے فیصد سیال اثاثوں (Liquid) کی صورت میں۔ کیونکہ زکوٰۃ منجمد اثاثوں (عمارت مشینری وغیرہ) پر نہیں سیال اثاثوں پر لاگو ہوتی ہے۔ نیز زکوٰۃ ادا کرتے وقت شیئرز کی جو مارکیٹ ویلیو ہو اس پر زکوٰۃ ہے نہ کہ قیمت خرید پر۔ اسے مزید واضح کرنے کیلئے درج ذیل مثال پیش کی جاتی ہے۔

احمد نے ۱۹۹۸ء میں ۱۰۰ شیئر خریدے۔ جنوری ۱۹۹۸ء میں شیئرز کی قیمت خرید دس روپے فی شیئر کے حساب سے ۱۰۰۰ روپے تھی۔ جنوری ۱۹۹۹ء میں ان شیئرز کی مارکیٹ ویلیو سو روپے فی شیئر کے حساب سے 10000 = 100 X 100 روپے ہو گئی۔ ۱۹۹۹ء کی کمپنی بیلنس شیٹ اور حسابات کے مطابق کمپنی کے سرمایہ کا چالیس فیصد عمارت اور مشینری میں لگا ہوا ہے تو گویا احمد کے ۱۰۰ شیئرز کی موجودہ مالیت کے حساب سے اس کے سرمایہ کی پوزیشن اس طرح ہے۔

۱۰۰ شیئرز کی موجودہ ویلیو	۱۰۰ x ۱۰۰ = ۱۰۰۰۰ روپے
کمپنی کے منجمد اثاثوں میں سرمایہ ۴۰ فیصد کے حساب سے	۴ ہزار روپے
کمپنی کے سیال اثاثوں میں سرمایہ ۶۰ فیصد کے حساب سے	۶ ہزار روپے

اس طرح احمد کے ذمہ ۶ ہزار روپے پر اڑھائی فیصد کے حساب سے ۱۵۰ روپے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

شیئر ہولڈرز پر حج کی ادائیگی

شیئر ہولڈر کے پاس اگر اتنا سرمایہ زائد (Surplus) ہے جس سے حج ادا کیا جاسکتا ہے تو اسے اس سرمایہ کو حج کی ادائیگی میں خرچ کر کے فریضہ حج ادا کرنا چاہئے اس لئے کہ حج اس مسلمان شخص (مرد و عورت) پر فرض ہے جس کے پاس اپنی ضروریات سے زائد اتنی رقم جمع ہو جس سے حج کے اخراجات ادا کئے جاسکیں۔ فرضیت حج کے حوالہ سے تفصیل کیلئے فقہ کی کتابوں کے وہ ابواب دیکھ لئے جائیں جن میں حج کے مسائل کا بیان ہے۔

شیئرز کے کاروبار میں عالم اسلام کے اسکالرز کی رائے

میں نے اپنے ایک مضمون (نکاح کی بہترین عمر) میں یہ لکھا تھا کہ ہمارے عوام جس طرح مقامی اشیاء کی بجائے غیر ملکی اشیاء کو زیادہ پسند کرتے ہیں اسی طرح اب فتاویٰ کے معاملہ میں بھی ان کا رجحان امپورٹڈ فتاویٰ کی طرف زیادہ ہے۔ خصوصاً طلاق کے معاملہ میں وہ یہاں کے مفتیوں کی بات پر یقین نہیں کرتے کیونکہ مقامی مفتیانِ کرام انہیں فقہ حنفی کے مطابق تین طلاق دینے پر بیوی سے الگ ہو جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جب کہ ان کا ارادہ بدستور ایک ساتھ رہنے کا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ بیرونِ ملک رابطہ کرتے ہیں اور سعودی عرب کے کسی مفتی سے یا مقامی غیر مقلد عالم سے ایک ہی مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دلوا کر اپنی مطلقہ کو گھر ڈال دیتے ہیں اور اپنے ہاں کے مفتیان کرام کو کوسنے لگتے ہیں۔ ذیل میں علماء اسلام کا ایک ایسا متفقہ فتویٰ نقل کیا جاتا ہے۔ جو مکہ مکرمہ سے آیا ہے اور شیئرز کے کاروبار سے متعلق ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر مقامی علماء کرام و مفتیان عظام نے بہت کچھ لکھا ہے تاہم عوام کی دلچسپی کے مطابق امپورٹڈ فتاویٰ کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنے لوگ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

سعودی عرب میں عالمِ اسلام کے سرکردہ علماء پر مشتمل کمیٹی مجمع الفقہی الاسلامی (مکہ مکرمہ) کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ کمپنیوں کے حصص کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور حصص کا کاروبار حلال ہے یا حرام؟ مجمع الفقہی الاسلامی نے اپنے اجلاس میں اس پر غور و فکر کیا اور درج ذیل متفقہ فتویٰ جاری کیا۔ فتویٰ کا اصل متن مجلہ الدعوۃ الریاض کے شمارہ ۱۶۰۱/ جولائی ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کے ذیلی ادارہ مجمع الفقہی الاسلامی کا چودھواں اجلاس مکہ مکرمہ میں بروز ہفتہ ۲۰/شعبان ۱۴۱۵ھ منعقد ہوا جس میں موضوع ذیل پر غور وخوض کیا گیا اور طے پایا کہ:

۱ چونکہ معاملات میں اصل بات یہ دیکھی جاتی ہے کہ وہ حلال اور مباح ہیں یا نہیں۔ اس لئے شرعی طور پر جائز اور مباح اغراض کے پیش نظر کاروباری کمپنیوں کا قیام مباح سرگرمیوں کی خاطر جائز ہے۔

۲ ایسی کمپنیوں کے حصص (Shares) کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں جن کا مقصدِ قیام ہی حرام کاروبار ہے۔ جیسے سودی کاروبار کی خاطر قیام، یا حرام اشیاء کی تیاری اور حرام اشیاء کی تجارت کیلئے کمپنی کا قیام۔

۳ ایسی کمپنیوں یا بینکوں کے حصص کسی بھی مسلمان کیلئے خریدنا جائز نہیں۔ جو بعض معاملات میں سود میں ملوث ہوں۔ جبکہ حصص خریدنے والے کو اس بات کا علم ہو کہ کمپنی سود میں ملوث ہے۔

۴ اگر کسی شخص نے کمپنی کے حصص خریدے اور اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کمپنی سودی کاروبار کرتی ہے۔ مگر پھر (کچھ عرصہ میں) اس کے علم میں یہ بات آگئی تو اسے چاہئے کہ وہ فوراً اپنا سرمایہ اس کمپنی کے حصص سے نکالے۔

ایسے حصص میں حرمت کا حکم بڑا واضح ہے اور اس پر قرآن و سنت کے سود کے سلسلہ کے عمومی دلائل موجود ہیں اور کسی شخص کا یہ جانتے ہوئے بھی کہ کمپنی سودی کاروبار کرتی ہے اس کے حصص خریدنا گویا اپنے آپ کو دانستہ اس کاروبار میں شریک کرنا ہے۔ کیونکہ حصص اس کمپنی کے کاروبار و املاک کا ایک جزو ہے اور کمپنی جو قرض جاری کرتی ہے سود پر کرتی ہے یا جب بھی سرمایہ لیتی ہے تو سود پر لیتی ہے۔ چنانچہ اس طرح کے ہر معاملہ و لین دین میں ہر حصہ دار (Share Holder) شریک ہوتا ہے۔ کیونکہ کمپنی کے جو بھی کارندے یا افسران اس طرح کا لین دین کرتے ہیں وہ اپنے حصہ داروں یا شیئر ہولڈرز کے نائب کے طور پر کام کرتے ہیں اور کسی حرام کام کیلئے کسی کو اپنا نائب، وکیل یا نمائندہ بنانا جائز نہیں۔

فتویٰ کا ترجمہ آپ نے پڑھا۔ آیئے اب دعا کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَغْنِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ

وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ